سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے

صحابہ رضی اللہ عنہم

طالب الہاشمی

حضرت عبداللہ بن بدیل خزاعی رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن بدیل خزاعیؓ

①

حضرت عبداللہ بن بدیلؓ اسلام کے اُن فرزندوں میں سے ہیں جنھوں نے پہلے عہدِ رسالت میں اور پھر خلفائے راشدینؓ کے عہد میں اپنی شجاعت وشہامت کے انمٹ نقوش صفحۂ تاریخ پر ثبت کیے اور شجاعانِ اسلام میں شمار ہوئے۔ ان کا تعلق عرب کے مشہور قبیلے بنوخزاعہ سے تھا۔ نسب نامہ یہ ہے:

عبداللہ بن بدیلؓ بن ورقاء بن عمرو بن ربیعہ بن عبدالعزیٰ بن ربیعہ بن جری بن عامر بن مازن خزاعی۔

حضرت عبداللہؓ کے والد بدیل بن ورقاءؓ بنی خزاعہ کے سرداروں میں سے تھے۔ وہ قبولِ اسلام سے پہلے بھی سرورِ عالم ﷺ سے راہ و ربط رکھتے تھے اور وقتاً فوقتاً آپؐ کے پاس آتے جاتے رہتے تھے۔ ان کا قبیلہ صلح حدیبیہ (ذی قعدہ ۶ ہجری) کے زمانے میں مسلمانوں کا حلیف ہوگیا تھا اور صلح نامہ کی ایک شرط کے مطابق مشرکینِ مکہ اس بات کے پابند تھے کہ وہ بنوخزاعہ کو کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچائیں گے اور نہ ان کے دشمنوں کی مدد ان کے مقابلے میں کریں گے۔ لیکن چند ماہ بعد قریش کے حلیف قبیلہ بنوبکر نے بنوخزاعہ پر حملہ کیا تو مشرکینِ قریش نے کھلم کھلا بنوبکر کی مدد کی یوں انھوں نے معاہدۂ صلح کو عملاً توڑ دیا۔

بنوبکر نے قریش کے ساتھ مل کر بنوخزاعہ پر جو ظلم ڈھایا، بنوخزاعہ کے ایک وفد نے سرورِ عالم ﷺ کو اس کی اطلاع دی۔ چالیس آدمیوں پر مشتمل اس وفد میں بدیل بن ورقاءؓ اور

ان کے صاحب زادے عبداللہؓ بھی شامل تھے۔ اہلِ سِیَر کا بیان ہے کہ جن اسباب کی بنا پر سرورِ عالم ﷺ نے ۸ ہجری میں مکہ پر لشکر کشی کی ان میں سے ایک سبب بنوخزاعہ کی حمایت بھی تھا۔ فتح مکہ سے پہلے حضرت عبداللہؓ اوران کے والد بدیلؓ مسلمانوں کے محض حلیف تھے۔ فتح مکہ کے فوراً بعد وہ شرفِ اسلام سے بھی بہرہ ور ہو گئے۔

حافظ ابنِ حجرؒ نے ''اصابہ'' میں لکھا ہے کہ قبولِ اسلام کے وقت حضرت بدیلؓ کی عمر ۹۷ سال کی تھی لیکن ان کی صحت مندی کی یہ کیفیت تھی کہ ڈاڑھی کے تمام بال سیاہ تھے۔ بیعتِ اسلام لیتے وقت حضورؐ نے ان سے پوچھا: ''تمھاری عمر کیا ہے۔''

انھوں نے عرض کیا: ''ستانوے سال''

آپؐ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمھارے جمال اور بالوں کی سیاہی میں برکت دے۔''

فتح مکہ کے بعد دونوں باپ بیٹے (حضرت بدیلؓ اور حضرت عبداللہؓ) حنین، طائف اور تبوک کے غزوات میں شریک ہوئے۔ غزوۂ حنین کے بعد مالِ غنیمت اور مشرک قیدیوں کی نگرانی پر حضورؐ نے حضرت بدیلؓ کو مامور فرمایا۔

۱۰ ہجری میں حضرت بدیلؓ اور حضرت عبداللہؓ نے حجۃ الوداع میں سرورِ عالم ﷺ کی ہم رکابی کا شرف حاصل کیا۔

دونوں باپ بیٹے غزوات میں شریک ہو کر اپنے وطن کو لوٹ جایا کرتے تھے۔ ابنِ اثیرؒ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ سرورِ عالم ﷺ نے حضرت بدیلؓ کو ایک خط بھیجا تھا۔ وہ اس کو حرزِ جان بنا کر رکھتے تھے۔ اواخرِ عہدِ رسالت میں مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو وفات کے وقت یہ مکتوبِ مبارک حضرت عبداللہؓ کے حوالے کرتے ہوئے وصیت کی کہ جب تک یہ گرامی نامہ تمھارے پاس رہے گا تم لوگ خیر و برکت میں رہو گے۔

(۲)

سرورِ عالم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ سریر آرائے خلافت ہوئے تو یکا یک عرب کی فضا دگرگوں ہو گئی اور ہر طرف فتنۂ ارتداد کے شعلے بھڑک اٹھے تاہم حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بے مثال قوتِ ایمانی اور عزم و ہمت کی بہ دولت چند ماہ کے اندر اندر اس فتنہ کا استیصال

ہوگیا۔ اس پُر آشوب دَور میں حضرت عبد اللہ بن بدیلؓ نے نہایت استقامت سے پرچم حق تھامے رکھا اور اپنے قبیلے کو بھی اس فتنہ کی آگ سے بچانے کی پوری کوشش کی۔ وہ بنوخزاعہ کے سردار ابن سردار ہی نہیں تھے بلکہ شجاعت وشہامت میں بھی اپنا جواب آپ تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہدِ خلافت کے اواخر میں حضرت عبد اللہ بن بدیلؓ کو حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی مدد کے لیے ایران روانہ کیا اور انھیں ہدایت کی کہ اصفہان پر لشکر کشی کریں۔ اس زمانے میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ قم وکاشان کی مہموں میں مصروف تھے اور انھیں اصفہان کی طرف پیش قدمی کرنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن بدیلؓ کے پہنچنے سے ان کا بار ہلکا ہوگیا۔ اصفہان ایران کا بڑا اہم صوبہ تھا اور ایرانیوں نے اس کے دفاع کے لیے بڑی جمعیت فراہم کر رکھی تھی۔ حضرت عبد اللہ بن بدیلؓ صوبہ اصفہان میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے ان کا مقابلہ شہر براز جادویہ سے ہوا جو ایک بااثر اصفہانی رئیس استندار کے لشکر کا آزمودہ کار افسر تھا اور اپنی فوج کے ہراول کی قیادت کر رہا تھا۔ دونوں فوجیں ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہوئیں تو شہر براز جادویہ نبکارتا ہوا میدان میں نکلا اور للکار کر کہا، اگر کسی میں ہمت ہے تو میرے مقابلے میں آئے۔ حضرت عبد اللہ بن بدیلؓ اس کی للکار سن کر جوشِ شجاعت سے بے قرار ہوگئے اور لپک کر اس کے سامنے پہنچ گئے۔ جادویہ نے ان پر کئی وار کیے لیکن وہ خالی دے گئے اور پھر خود اپنی تلوار کے ایک بھرپور وار سے اس کو خاک وخون میں لٹا دیا۔

شہر براز جادویہ کی ہلاکت کی خبر سن کر استندار کی ہمت پست ہوگئی اور اس نے معمولی شرائط پر صلح کر لی۔ اس کے بعد حضرت عبد اللہ بن بدیلؓ نے آگے بڑھ کر اصفہان کے نواحی قصبہ ''جی'' کا محاصرہ کرلیا۔ اہلِ جی نے بہت جلد ہتھیار پھینک دیئے اور جزیہ دینا منظور کر کے مطیع ہوگئے۔

''جی'' کی تسخیر کے بعد حضرت عبد اللہؓ نے خاص شہر اصفہان کو جا گھیرا۔ وہاں کے حاکم فادوسفان نے حضرت عبد اللہ بن بدیلؓ کو پیغام بھیجا کہ دوسروں کی جانیں کیوں ضائع ہوں ہم تم لڑ کر خود فیصلہ کرلیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ فادوسفان تیس منتخب بہادروں کے ساتھ شہر سے نکل کر بھاگنا چاہتا تھا لیکن حضرت عبد اللہؓ نے اس کا راستہ روک لیا۔ اس موقع پر اس نے حضرت عبد اللہؓ سے کہا کہ آؤ ہم تم دونوں ایک دوسرے سے نپٹ لیں۔ حضرت عبد اللہؓ نے اس کی تجویز

بلا تامّل مان لی اور فوراً اس کے مقابلے پر جا کھڑے ہوئے۔ فادوسفان ایران کا مانا ہوا جنگجو تھا اس کو یقین تھا کہ کسی دِقّت کے بغیر اپنے مقابل کو زیر کر لے گا۔ لیکن جب مقابلے کا آغاز ہوا تو حضرت عبد اللہؓ نے اس کو لوہے کے چنے چبوا دیئے، اور تلوار کا ایک ایسا بھر پور وار کیا کہ فاد وسفان کے گھوڑے کی زین کو کاٹتا ہوا نکل گیا اور وہ خود بڑی مشکل سے بچا۔ اب وہ سمجھ گیا کہ تھوڑی دیر اور مقابلہ جاری رہا تو اس کی جان کی خیر نہیں، ڈھٹائی سے بولا، میں تم جیسے بہادروں کے خون سے اپنے ہاتھ نہیں رنگنا چاہتا، میں اس شرط پر شہر حوالہ کرنے کو تیار ہوں کہ باشندوں میں سے جو چاہے جزیہ دے کر شہر میں رہے اور جو چاہے شہر چھوڑ کر نکل جائے۔ حضرت عبد اللہؓ نے یہ شرط منظور کر لی اور فادوسفان نے شہر اُن کے حوالے کر دیا۔ اصفہان کو مسخّر کرنے کے بعد حضرت عبد اللہؓ اصفہان کے دوسرے علاقوں کی طرف بڑھے اور تھوڑے ہی عرصہ میں ان سب کو فتح کر لیا۔

۲۸ ہجری میں (بہ عہدِ خلافت حضرت عثمان ذوالنّورینؓ) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے جو اس وقت امارتِ بصرہ پر فائز تھے، حضرت عبد اللہ بن بدیلؓ کو کرمان کی مہم پر مامور کیا۔ علّامہ بلاذریؒ کا بیان ہے کہ حضرت عبد اللہ بن بدیلؓ نے طبیس اور کرین کے دو مضبوط قلعوں کو فتح کر لیا۔ ان قلعوں کی تسخیر سے خراسان کی طرف بڑھنے میں کوئی رکاوٹ نہ رہی۔ اسے کچھ عرصہ بعد حضرت عبد اللہ بن عامرؓ نے فتح کر لیا۔

(۳)

حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ مسندِ خلافت پر بیٹھے۔ امیر معاویہؓ والیِ شام نے ان کی خلافت کو تسلیم نہ کیا اور دونوں بزرگوں میں شدید اختلافات کا آغاز ہو گیا۔ حافظ ابنِ عبد البرؒ کا بیان ہے کہ اس نزاع میں حضرت عبد اللہ بن بدیلؓ نے حضرت علیؓ کی پر جوش حمایت کی اور جنگِ صفین کے آغاز سے پہلے حضرت علیؓ کے حامیوں کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا:

> ''لوگو معاویہؓ نے جس بات کا دعویٰ کیا ہے اس کے وہ ہرگز مستحق نہیں ہیں۔ اس دعویٰ میں وہ جس شخص کی مخالفت کر رہے ہیں وہ یقیناً اس کا مستحق ہے خدا کی قسم تم لوگ یقیناً حق پر ہو، اللہ کا نور اور برہان تمھارے ساتھ ہے۔ سرکشوں سے مقابلہ کے لیے تیار ہو جاؤ اللہ ان کے مقابلے میں تم پر اپنی رحمت نازل فرمائے گا۔''

جنگِ صفّین کے عارضی التوا کے بعد جب دوبارہ جنگ شروع ہوئی تو حضرت علیؓ نے حضرت عبداللہ بن بدیلؓ کو پیدل فوج کا افسر بنایا۔ جنگ کا سلسلہ مدّت تک جاری رہا۔ متحارب فوجوں کے چھوٹے چھوٹے دستے ایک دوسرے کے مقابلے میں آتے تھے اور لڑ بھڑ کر واپس چلے جاتے تھے۔ ایک دن حضرت عبداللہ بن بدیلؓ عراقی سواروں کا ایک دستہ لے کر نکلے۔ شامیوں کی طرف سے ابواعور سلمی شامیوں کا ایک دستہ لے کر ان کے مقابلے پر نکلا۔ دیر تک فریقین میں گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی۔ پھر عبداللہ بن بدیلؓ جوشِ شجاعت میں شامیوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے اس ٹیلے کی طرف بڑھے جہاں امیر معاویہؓ خیمہ زن تھے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ شامی فوج کا جو سپاہی عبداللہؓ کے سامنے آتا ہے وہ اسے مار گراتے ہیں تو اپنے ساتھیوں سے کہا، دیکھتے کیا ہو اگر لوہا کام نہیں کرتا تو پتھروں سے کام لو۔ اس پر شامیوں نے حضرت عبداللہؓ پر پتھروں کا مینہ برسا دیا اور حضرت علیؓ کے یہ جاں نثار شہید ہو کر فرشِ خاک پر گر گئے۔ امیر معاویہؓ ان کی لاش کے قریب آ کر کھڑے ہو گئے اور کہا:

یہ شخص قوم کا مینڈھا تھا اور شاعر کے اس قول کے مصداق تھا:

اخُو الحَرُب اِنُ عَضَّتُ بِهِ الحَرُب عَضَّها

وَ اِنُ شَـمَّـرَتُ عَنُ سَاقِهَا الحَرُب شمَّرا

كَسلَيُـثِ عَـرِيُسـنِ بَـاتَ يَحُمِى عَرِينَهٗ

رَمَتُـــهُ الـمَـنَـايَا قَصُـدها و تـقـطـرًّا

"وہ مردِ میدان تھا، اگر جنگ اسے دانتوں سے کاٹتی تھی تو وہ جنگ کو کاٹ لیتا تھا۔ اگر جنگ پائنچے چڑھا لیتی تھی تو وہ بھی پائنچے چڑھا لیتا تھا۔ وہ کچھار کے شیر کی مانند تھا جو اپنے مامن کی مدافعت کر رہا ہو ایسے عالم میں اسے موت کے تیروں نے بے خطا نشانہ بنا لیا اور وہ لڑکھڑا کر ایک پہلو پر گر گیا۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ